فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۹۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): جس اخبار یا کاغذ پر قرآنی آیات یا احادیث لکھی ہوں، ان میں کھانے کی چیزیں ڈال کر بیچنا کیسا ہے؟

(جواب): جن کاغذات پر قرآنی آیات یا احادیث تحریر ہوں، ان کاغذات کو ردی کے طور پر استعمال کرنا جائز نہیں، ان میں چیزیں ڈال کر فروخت کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ کھانے کے بعد لوگ ان کاغذات کو پھینک دیتے ہیں اور قرآنی آیات واحادیث پیروں تلے روندی جاتی ہیں، یا کوڑے دان میں ڈال دی جاتی ہیں۔ اس لیے قرآنی آیات اور احادیث تحریر شدہ کاغذات کو ردی کے لیے استعمال کرنا بے حرمتی ہے۔

(سوال): بچوں کو خلاف ترتیب قرآن کریم کی تعلیم دینا کیسا ہے؟

(جواب): بعض اساتذہ طلبا کو خلاف ترتیب قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں، مثلاً پہلے ''عم'' پارہ پڑھاتے ہیں، پھر ''تبارک الذی'' اور اسی طرح پیچھے کی طرف جاتے ہیں۔ اس طرح تعلیم دینا جائز ہے، اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچوں کو آسان سے مشکل کی طرف لایا جائے، کیونکہ آخری پاروں میں سورتیں اور آیات چھوٹی ہیں، تو اگر بچہ چھوٹی سورتوں اور آیات سے بڑی کی طرف جائے گا، تو اس کے لیے سیکھنا آسان ہوگا۔

(سوال): ذکر الٰہی کو کسی دوسرے مقصد کے لیے استعمال کرنا کیسا ہے؟ مثلاً کسی کو پانی پلانے کا کہنا ہو، تو ''سبحان اللہ'' کہا جائے، کسی کو مخاطب کرنا ہو، تو ''لا الہ الا اللہ'' کہا جائے

یا کوئی بھی ذکر کسی مقصد کے لیے ہو؟

جواب: اللہ کے ذکر کو دوسرے مقاصد کے لیے استعمال کرنا درست نہیں۔ اسی طرح موبائیل فون پر "گھنٹی" کے طور پر قرآنی آیات، حدیث یا اذان کی آواز لگا لینا درست نہیں، ایسا کرنا نامناسب ہے۔

سوال: کیا بھنگی یا نشئی کو زمزم کا پانی پلایا جا سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، پلایا جا سکتا ہے، کراہت کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

سوال: آیات قرآنیہ کے کتبے چومنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔

سوال: قرآن یا حدیث کی کتابوں کو سرہانے کے طور پر استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ قرآن اور حدیثی کتب کا احترام چاہیے۔

سوال: نبی کریم ﷺ کے نعلین کی شبیہ کو چومنا کیسا ہے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے نعلین کی شبیہ بنانا بذات خود جائز نہیں، پھر اس شبیہ کو چومنا تو بالاولیٰ جائز نہیں۔ محبت کے اظہار کا یہ انداز اسلاف اُمت نے اختیار نہیں کیا۔

بعض لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نعلین کا فرضی ومصنوعی نقشہ بنا رکھا ہے، اس کے جھوٹے فوائد بتائے جاتے ہیں، جھوٹے تجربات بیان کیے جاتے ہیں، مثلاً: جس لشکر میں یہ نقشہ ہوگا، وہ فتح یاب ہوگا، جس قافلے میں ہوگا، بہ حفاظت اپنی منزل پر پہنچے گا، جس کشتی میں ہوگا، وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی، جس گھر میں ہوگا؛ وہ جلنے سے محفوظ رہے گا، جس مال ومتاع میں ہوگا، وہ چوری سے محفوظ رہے گا اور کسی بھی حاجت کے لیے صاحب نعلین سے توسل کیا جائے، تو وہ پوری ہو کر رہے گی اور اس توسل سے تنگی فراخی میں

تبدیل ہوجائے گی۔

نقش نعلین کے فوائد و برکات میں یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کو حصول برکت کی نیت سے اپنے پاس محفوظ رکھے گا، تو اس کی برکت سے وہ شخص ظالم کے ظلم، دشمنوں کے غلبہ، شیاطین کے شر اور حاسدین کی نظر بد سے محفوظ رہے گا، اسی طرح اگر کوئی حاملہ عورت دردزہ میں اس کو اپنے دائیں پہلو میں رکھ لے، تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و مشیئت سے اس خاتون پر آسانی فرمائے گا۔ اس نقش نعلین کی برکتوں میں سے یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ نظر بد اور جادوٹونے سے آدمی امان میں رہتا ہے، نیز حادثات سے بچاؤ کے لیے بھی اسے اکسیر بتایا جاتا ہے۔

یہ سب خودساختہ باتیں ہیں۔ نقش نعلین سے تبرک حاصل کرنے میں ان کا سلف کون ہے؟ ایک مصنوعی نقشہ کے متعلق یہ کہنا کہ یہ نبی کریم ﷺ کی مبارک جوتیوں کا نقش ہے اور پھر اس کے فوائد و برکات بیان کرنا کون سا دین ہے؟

سوال: کمرے یا دکان میں قرآنی آیات کو کسی چیز پر تحریر کر کے چسپاں کرنا کیسا ہے؟

جواب: بطور زینت اور برکت ایسا کرنا جائز اور درست ہے۔

سوال: کرنسی پر قرآنی آیت لکھنا کیسا ہے؟

جواب: درست نہیں۔ البتہ اگر لکھی ہے، تو اس کرنسی کی لین دین کرنا جائز ہے۔

سوال: بغیر وضو کسی آیت کو ورق پر تحریر کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، بے وضو قرآن کریم کے مصحف کو نہیں چھو سکتا، البتہ چند آیات کو تحریر بھی کر سکتا ہے اور ہاتھ بھی لگا سکتا ہے۔ کئی احادیث کا عموم اس پر دلالت کرتا ہے۔

سوال: خواتین کا آپس میں معانقہ کرنا کیسا ہے؟

(جواب): عورت کا عورت سے معانقہ ومصافحہ کرنا جائز ہے، اس کے مکروہ یا حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): عورت کے لیے تنگ لباس پہننا کیسا ہے؟

(جواب): عورت کے لیے غیر محرم کے سامنے تنگ اور چست لباس پہننا جائز نہیں کہ جس سے اعضا کی بناوٹ وغیرہ ظاہر ہوتی ہو۔ یہ حرام ہے۔

(سوال): اجنبی سے چوڑی پہنوانا کیسا ہے؟

(جواب): اجنبی مرد کو ہاتھ پکڑانا یا کسی بھی عضو کو مَس کرنے کی اجازت دینا ہرگز جائز نہیں، الا کہ کوئی شدید عذر ہو، مگر چوڑیاں پہننا کوئی شدید عذر نہیں۔

(سوال): جس کی بیوی کو زنا سے حمل ہوا ہو، کیا وہ دوران حمل بیوی سے جماع کرسکتا ہے؟

(جواب): جی ہاں، وہ بیوی سے دوران حمل صحبت کرسکتا ہے۔ شرعی قانون کے مطابق پیدائش کے بعد بچہ موجودہ شوہر کی طرف ہی منسوب ہوگا، زانی کی طرف نہیں۔

(سوال): عورت کو کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم دلانا کیسا ہے؟

(جواب): اگر کسی کالج یا یونیورسٹی میں لڑکیوں کے لیے الگ باپردہ تعلیمی نظام قائم ہے، تو وہاں تعلیم دلوانا جائز ہے۔ مخلوط نظام میں تعلیم درست نہیں۔

نہایت افسوس سے لکھنا پڑھ رہا ہے کہ ہمارا نظام تعلیم اتنا غیر شرعی ہو چکا ہے کہ کسی شریف گھرانے کی بچی کے لیے اعلیٰ تعلیم کا حصول قریب قریب ناممکن ہو چکا ہے۔ کسی بھی اہم ڈگری کو شرعی حدود میں رہ کر حاصل کرنا مشکل کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے، آمین!

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُنْزِلُوهُنَّ الْغُرَفَ وَلَا تُعَلِّمُوهُنَّ الْكِتَابَةَ يَعْنِي النِّسَاءَ وَعَلِّمُوهُنَّ الْمِغْزَلَ وَسُورَةَ النُّورِ.

''عورتوں کو بالا خانوں میں مت ٹھہرائیں، نیز انہیں لکھنا پڑھنا مت سکھائیں، بلکہ غزل پڑھنے اور سورت نور کی تعلیم دیں۔''

(المُستدرك للحاكم : 3494)

(جواب): باطل اور جھوٹی روایت ہے۔ عبد الوہاب بن ضحاک حمصی ''متروک وکذاب'' ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''صحیح الاسناد'' کہا، تو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے تردید کی:

بَلْ مَوْضُوعٌ.

''بلکہ یہ روایت من گھڑت ہے ہے۔''

عبدالوہاب بن ضحاک کی متابعت محمد بن ابراہیم شامی نے کی ہے۔

(المُعجم الأوسط للطّبَراني : 5713)

مگر محمد بن ابراہیم شامی خود ''کذاب'' اور ''منکر الحدیث'' ہے۔

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس سند کو ''منکر'' قرار دیا ہے۔

(شُعَب الإيمان، تحت الحديث : 2227)

(سوال): شیعوں کا فرقہ ''واقفہ'' کون سا ہے؟

(جواب): اثنا عشریہ میں ایک فرقہ ''واقفہ'' ہے۔ جو امامت کو اپنے ساتویں امام موسیٰ کاظم پر موقوف سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک باقی ائمہ معصومین نہیں ہیں۔

(سوال): شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے نزدیک بخاری و مسلم کا کیا مقام ہے؟

(جواب): شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ كِتَابٌ أَصَحُّ مِنْ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ .

''آسمان کی چھت کے نیچے قرآن کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ صحیح کتاب کوئی نہیں۔''

(الفتاوی الکبریٰ : 86/5)

(سوال): بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر فقر و فاقہ کی شکایت کرنے لگا، آپ نے اسے شادی کا مشورہ دیا......'' اس کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو إِلَيْهِ الْفَاقَةَ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ .

''ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غربت کا شکوہ کیا، فرمایا: شادی کرلیں۔''

(تاریخ بغداد للخطیب :382/1)

سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

✿ سعید بن محمد مدنی کے بارے میں امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ .

''اس کی حدیث معتبر نہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 58/4)

✿ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُقَلِّبُ الْأَخْبَارَ رَوٰى عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ بِنُسْخَةٍ مِّنْهَا أَشْيَاءُ مُسْتَقِيمَةٌ تُشْبِهُ حَدِيثَ الثِّقَاتِ وَأَشْيَاءُ مَقْلُوبَةٌ لَّا تُشْبِهُ حَدِيثَ الْأَثْبَاتِ لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِخَبَرِهٖ إِذَا انْفَرَدَ .

''احادیث الٹ پلٹ کرتا تھا۔اس نے ابن منکدر سے ایک نسخہ روایت کیا تھا، جس میں چند مستقیم احادیث تھیں، جوثقہ راویوں کی احادیث کے مشابہ تھیں اور چند مقلوب روایات تھیں، جوثقات کی احادیث کے مشابہ نہیں تھیں۔ جب یہ منفرد ہو،تو اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(كتاب المَجروحين :326/1)

❁ اللہ کا فرمان اس روایت سے مستغنی کر دیتا ہے:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَّكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ .

(النّور : ٣٢)

''اپنے بے نکاح مردوں ،عورتوں اور پارسا غلاموں ، لونڈیوں کا نکاح کر دیں۔ وہ غریب و نادار ہوں، تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔ اللہ بہت وسعت والا اور علم والا ہے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحت ملاحظہ ہو:

❁ سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا: شادی کی ہے؟ عرض کیا: جی نہیں، فرمایا:

تَزَوَّجْ ، فَإِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَكْثَرُهَا نِسَاءً .

''شادی کر لیں، اس امت کی سب سے بہترین ہستی (نبی کریم ﷺ) کی سب سے زیادہ بیویاں تھیں۔''

(صحيح البخاري : 5069)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما زیادہ شادیوں سے نیک فال لے رہے ہیں اور ایک منفرد انداز سے اپنے شاگرد کو نکاح کی ترغیب دے رہے ہیں، استدلال میں نبی کریم ﷺ کے تعددِ نکاح کو پیش کر رہے ہیں، کیوں کہ نکاح خیر و برکت کا باعث ہیں۔

مسلمان غفلت کا شکار ہے، اولاد بالغ ہو جاتی ہے، ان کی شادیاں نہیں کرتے۔ اگر پوچھا جائے، تو کہتے ہیں کہ جب یہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا، تب شادی کریں گے۔ نہ پاؤں پہ کھڑا ہوتا ہے، نہ شادی ہوتی ہے، حالاں کہ شادی ہوتی ہی پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے ہے۔ جب عمر ڈھلنے لگتی ہے، پھر جا کر شادی کرتے ہیں، مزے کی بات یہ کہ اس وقت بھی وہ پاؤں پر کھڑے نہیں ہو پاتے۔ حالات کو شادی کے لیے آڑ نہیں بنانا چاہیے۔ نکاح خیر والا عمل ہے۔ ایک مؤمن کو اس کے عوض میں ڈھیروں خیر و برکت نصیب ہو جاتی ہے۔

سوال: کیا سر سے پردہ ہے؟

جواب: سر سے پردہ نہیں، البتہ اگر فتنہ کا خدشہ ہو، تو احتیاط کرنی چاہیے۔

سوال: لڑکی پر پردہ کرنا کب فرض ہوتا ہے؟

جواب: جب لڑکی عمر بلوغ کو پہنچ جائے، تو اس پر غیر محرم سے پردہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور دیگر اسلامی فرائض و واجبات بھی لازم ہو جاتے ہیں۔

اسلام ہر اس لڑکے یا لڑکی کو بالغ قرار دیتا ہے، جسے احتلام ہو، زیر ناف بال اُگ آئیں یا پندرہ سال کی عمر کو پہنچ جائے۔

(الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف لابن المنذر : 4/387-388)

لڑکی کوحیض آنا بھی بلوغت کی نشانی ہے۔

سوال: قرآن کریم کے بوسیدہ اوراق کا کیا کیا جائے؟

جواب: قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام ہے۔اس کا احترام فرض ہے،قرآن کریم کی صیانت وحفاظت مومن کا فریضہ ہے۔اس کی توہین واہانت کفر ہے،البتہ قرآن کریم کے اوراق انتہائی بوسیدہ ہوجائیں، پڑھنے کے لائق نہ رہیں،انہیں کسی ایسی زمین میں دفن کر دیا جائے، جہاں ان کی بے حرمتی کا شائبہ نہ ہو۔یا کسی غیر آباد کنواں میں ڈال دیا جائے۔اگر ایسا ممکن نہ ہو،تو ان اوراق کوجلا دینے میں کوئی حرج نہیں، وہ خاک دفن کر دی جائے۔اس میں چونکہ قرآن کریم کی تحقیر کا قصد نہیں ہے، بلکہ اس کی حفاظت اور احترام پیش نظر ہے۔جمہور علمائے اسلام کی یہی رائے ہے۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

اِعْلَمْ أنَّ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ أَوِ الْمُصْحَفِ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ سَبَّهُمَا أَوْ جَحَدَهٗ أَوْ حَرْفًا مِّنْهُ أَوْ آيَةً أَوْ كَذَّب بِهٖ أَوْ بِشَيْءٍ مِّنْهُ أَوْ كَذَّبَ بِشَيْءٍ مِّمَّا صُرِّحَ بِهٖ فِيهِ مِنْ حُكْمٍ أَوْ خَبَرٍ أَوْ أَثْبَتَ مَا نَفاهُ أَوْ نَفٰى مَا أَثْبَتَهٗ عَلٰى عِلْمٍ مِّنْهُ بِذٰلِك أَوْ شَكَّ فِي شَيْءٍ مِّنْ ذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِإِجْمَاعٍ .

''جان لیجئے کہ جس نے قرآن یا مصحف یا اس کے ایک حصے کا استخفاف کیا، یا ان کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ کہا، یا قرآن یا اس کے کسی حصے یا آیت کا انکار کیا، یا اس کی یا کچھ حصہ کی تکذیب کی، یا اس میں موجود کسی واضح حکم یا خبر کو جھٹلایا، یا جانتے بوجھتے اس بات کو ثابت کیا، جس کی قرآن نے نفی کی، یا اس کی

نفی کی، جس کو قرآن نے ثابت کیا، یا قرآن کے کسی حصہ میں شک کیا، تو وہ اہل علم کے نزدیک بالا جماع کافر ہے۔"

(الشّفا بتعريف حقوق المصطفٰى : 304/2)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى وُجُوبِ تَعْظِيمِ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ عَلَى الْإِطْلَاقِ وَتَنْزِيهِهٖ وَصَيَانَتِهٖ وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ مَنْ جَحَدَ مِنْهُ حَرْفًا مِّمَّا أَجْمَعَ عَلَيْهِ أَوْ زَادَ حَرْفًا لَّمْ يَقْرَأْ بِهٖ أَحَدٌ وَهُوَ عَالِمٌ بِذٰلِكَ فَهُوَ كَافِرٌ .

"مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مطلقاً قرآنِ عزیز کی تعظیم، تنزیہ اور حفاظت کرنا واجب ہے، نیز اجماع ہے کہ جو جان بوجھ کر قرآن کے ایک بھی حرف کہ جس پر اجماع ہو چکا ہے، کا انکار کرے یا اپنی طرف سے کوئی حرف زیادہ کرے کہ جس کی قرأت (اس سے پہلے) کسی (اہل علم) نے نہیں کی، تو وہ کافر ہے۔"

(التِّبيان في آداب حَمَلة القرآن، ص 164)

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ عُثْمَانُ لِلرَّهْطِ الْقُرَشِيِّينَ الثَّلَاثَةِ : إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ، فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ فَفَعَلُوا حَتّٰى إِذَا نَسَخُوا الصُّحُفَ فِي الْمَصَاحِفِ، رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلٰى حَفْصَةَ، وَأَرْسَلَ إِلٰى

كُلِّ أُفُقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا، وَأَمَرَ بِمَا سِوَاهُ مِنَ القُرْآنِ فِي كُلِّ صَحِيفَةٍ أَوْ مُصْحَفٍ، أَنْ يُحْرَقَ.

''سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تین قریشیوں سے کہا: اگر تمہارا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قرآن کے کسی حصہ کے بارے اختلاف ہو جائے، تو اسے قریش کی زبان میں لکھ دینا، کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ تو انہوں نے ایسا ہی کیا، یہاں تک کہ جب صحیفوں سے نسخے تیار کر دیے گئے، تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحیفے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیے اور تیار کردہ نسخوں میں سے ایک ایک نسخہ ہر علاقے میں بھیج دیا، اس کے علاوہ قرآن کے جتنے بھی صحائف تھے، سب کو جلانے کا حکم فرمایا۔''

(صحيح البخاري: 4987)

❀ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) لکھتے ہیں:

فِي أَمْرِ عُثْمَانَ بِتَحْرِيقِ الصُّحُفِ وَالْمَصَاحِفِ حِينَ جَمَعَ الْقُرْآنَ جَوَازُ تَحْرِيقِ الْكُتُبِ الَّتِي فِيهَا أَسْمَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَأَنَّ ذٰلِكَ إِكْرَامٌ لَّهَا، وَصِيَانَةٌ مِّنَ الْوَطْءِ بِالْأَقْدَامِ وَطَرْحِهَا فِي ضَيَاعٍ مِّنَ الْأَرْضِ.

''قرآن کو (کتابی شکل میں) جمع کرنے کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا بقیہ تمام صحائف کو جلا دینے کا حکم دینے میں جواز ہے کہ ان کتب کو جلانا جائز ہے، جن میں اللہ کے نام درج ہوتے ہیں، یہ ان کتب کی عزت اور پاؤں میں روندے جانے سے حفاظت ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ ان کتب کو غیر آباد زمینوں کے

سپرد کر دیا جائے۔''

(شرح صحيح البخاري : 226/10)

۞ نیز اہل علم کی مختلف آرا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قَوْلُ مَنْ حَرَّقَهَا أَوْلٰى بِالصَّوَابِ .

''ان کتب کو جلانے والوں کی بات زیادہ درست ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 226/10)

تنبیہ:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے قرآن کریم جلانا ثابت نہیں، یہ آپ رضی اللہ عنہ پر بعض لوگوں کا اتہام ہے۔آپ رضی اللہ عنہ جامع القرآن ہیں۔

۞ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھنا ثابت ہے۔

(شرح معاني الآثار للطّحاوي : 294/1، سنن الدّارقطني : 34/2، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کو نہیں جلایا، بلکہ قرآن کے وہ نسخے جلائے، جو زوائد تھے اور اُمت کو ایک مصحف پر جمع کر دیا، ایسا انہوں نے قرآن کی حفاظت وصیانت کے لیے کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے مصحف کو مختلف علاقوں میں نشر کیا، لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کو پھیلانے والے تھے، نہ کہ مٹانے والے۔

۞ علامہ زرکشی رحمہ اللہ (۷۹۴ھ) نقل کرتے ہیں:

أَمَّا تَعَلُّقُ الرَّوَافِضِ بِأَنَّ عُثْمَانَ أَحْرَقَ الْمَصَاحِفَ فَإِنَّهٗ جَهْلٌ مِنْهُمْ وَعَمًى فَإِنَّ هٰذَا مِنْ فَضَائِلِهٖ وَعِلْمِهٖ فَإِنَّهٗ أَصْلَحَ وَلَمَّ الشَّعَثَ وَكَانَ ذٰلِكَ وَاجِبًا عَلَيْهِ وَلَوْ تَرَكَهٗ لَعَصٰى لِمَا فِيهِ مِنَ

التَّضْيِيعِ وَحَاشَاهُ مِنْ ذٰلِكَ ...... أَمَّا قَوْلُهُمْ إِنَّهٗ أَحْرَقَ الْمَصَاحِفَ ...... أَنَّهٗ أَحْرَقَ مَصَاحِفَ قَدْ أُودِعَتْ مَا لَا يُحِلُّ قِرَاءَ تُهٗ، وَفِي الْجُمْلَةِ إِنَّهُ إِمَامٌ عَدْلٌ غَيْرُ مُعَانِدٍ وَلَا طَاعِنٍ فِي التَّنْزِيلِ وَلَمْ يَحْرِقْ إِلَّا مَا يَجِبُ إِحْرَاقُهٗ وَلِهٰذَا لَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ أَحَدٌ ذٰلِكَ .

''روافض کا یہ اعتراض کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلا دیا تھا، تو ان کی جہالت کی اور اندھا پن ہے، کیونکہ یہ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور علم میں سے ہے کہ انہوں نے مصلحت سے کام لیا اور بکھرے ہوئے (لوگوں) کو جمع کیا، ایسا کرنا ان پر واجب تھا، اگر وہ نہ کرتے، تو گناہ گار ٹھہرتے، کیونکہ اس میں قرآن کا ضیاع ہے اور وہ ایسا ہرگز نہ ہونے دیتے۔......روافض کا یہ کہنا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کو جلا دیا۔......(تو اس کا جواب یہ ہے کہ) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے ان نسخوں کو جلایا، جن کو پڑھنا درست نہ تھا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ عادل خلیفہ تھے، قرآن کریم کے دشمن یا اس پر طعن کرنے والے نہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن کے انہی نسخوں کو جلایا، جن کو جلانا واجب تھا، اسی لیے کسی نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر انکار نہیں کیا۔''

(البُرهان في علوم القرآن :240/1)

❁ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی توبہ کا واقعہ میں فرماتے ہیں کہ میری طرف غسان کے بادشاہ کا بایں الفاظ خط آیا:

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّهٗ قَدْ بَلَغَنِي أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ

اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ، وَلَا مَضْيَعَةٍ، فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ، فَقُلْتُ لَمَّا قَرَأْتُهَا : وَهٰذَا أَيْضًا مِّنَ الْبَلَاءِ، فَتَيَمَّمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهُ بِهَا .

''امابعد، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ کے ساتھی (نبی کریم ﷺ) نے آپ کو چھوڑ دیا ہے، لیکن اللہ نے آپ کو رسوائی اور تنگی سے دوچار نہیں کیا، آپ ہمارے پاس آ جائیں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے، میں (کعب رضی اللہ عنہ) نے خط پڑھ کر سوچا: یہ بھی ایک آزمائش ہی ہے، لہٰذا میں نے اسے تندور میں پھینک کر جلا دیا۔''

(صحيح البخاري : 4418، صحيح مسلم : 2769)

❀ اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

فِيهِ جَوَازُ حَرْقِ مَا فِيهِ اسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى لِعِلَّةٍ تُوجِبُ ذٰلِكَ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ ضرورت (مثلاً بے حرمتی سے بچاؤ) کے لیے ان اوراق کو جلانا جائز ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کا نام درج ہو۔''

(إكمال المُعلِم بفوائد مسلم : 280/8)

❀ ثقہ امام، خالد بن مہران، حذاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا حُدِّثْتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثٍ فَازْدَهِرْ بِهٖ .

''جب آپ کو رسول اللہ ﷺ سے (ثابت) کوئی حدیث بیان کی جائے، تو اسے محفوظ کر لیں۔''

(شُعَب الإيمان للبَيْهَقِي : 1488، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ اس قول کے تحت حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مِنْ تَعْظِيمِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَتَعْظِيمِ رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا يُحْمَلَ عَلٰى مُصْحَفِ الْقُرْآنِ، وَلَا عَلٰى جَوَامِعِ السُّنَنِ كِتَابٌ، وَّلَا شَيْءٌ مِّنْ مَتَاعِ الْبَيْتِ وَأَنْ يُنْفَضَ الْغُبَارُ عَنْهُ إِذَا أَصَابَهٗ وَأَنْ لَّا يَمْسَحَ أَحَدٌ يَدَهٗ مِنْ طَعَامٍ، وَلَا غَيْرِهٖ بِوَرَقَةٍ فِيهَا ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى أَوْ ذِكْرُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا يُمَزِّقُهَا تَمْزِيقًا، وَلٰكِنْ إِنْ أَرَادَ بِهٖ تَعْطِيلَهَا فَلْيَغْسِلْهَا بِالْمَاءِ حَتّٰى تَذْهَبَ الْكِتَابَةُ مِنْهَا، وَإِنْ أَحْرَقَهَا بِالنَّارِ فَلَا بَأْسَ، أَحْرَقَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَصَاحِفَ كَانَتْ فِيهَا آيَاتُ قُرْآنٍ وَقِرَاءَاتٌ مَنْسُوخَةٌ، وَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ أَحَدٌ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

''اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی تعظیم میں سے ہے کہ مصحفِ قرآن اور سنن کی کتابوں پر کوئی (دوسری) کتاب یا گھر کی کوئی چیز نہ رکھی جائے، غبار آلودہ ہو، تو غبار دور کی جائے، کھانے وغیرہ والے ہاتھ ایسے ورق سے صاف نہ کیے جائیں، جس میں اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہو، نہ اسے پھاڑا جائے، بلکہ اگر اوراق ضائع کرنا مقصود ہو، تو پہلے اسے پانی سے دھولیا جائے، تاکہ لکھے ہوئے الفاظ دھل جائیں اور اگر اسے آگ سے جلا دیں، تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صحیفے کہ جن میں آیات قرآنیہ اور منسوخ قرائتیں تھیں، کو جلایا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، واللہ اعلم!''

(شُعَب الإيمان، تحت الحديث : 1488)

سوال: کیا بہنوئی سے پردہ واجب ہے؟

جواب: جی ہاں، بہنوئی سے پردہ واجب ہے۔

سوال: غیر محرم عورتوں سے بات چیت کرنا کیسا ہے؟

جواب: بقدر ضرورت جائز ہے، مگر گفتگو میں بے تکلفی مناسب نہیں۔

سوال: عورت کا گھر میں ننگے سر رہنا کیسا ہے؟

جواب: اگر گھر میں غیر محرم نہیں ہے، تو حرج نہیں۔

سوال: کیا مردوں کے لیے زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے؟

جواب: مرد کے لیے زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے، البتہ کسی کپڑے کو زعفران میں رنگ کر پہننا مردوں کے لیے ممنوع ہے۔ (بخاری: ۵۸۴۶، مسلم: ۲۱۰۱)

سوال: سیاہ رنگ کا لباس پہننا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، البتہ محرم میں نہ پہنا جائے، کیونکہ یہ روافض کا ماتمی لباس ہے۔

سوال: پتلون پہننا کیسا ہے؟

جواب: جو لباس ساتر ہو، وہ پہننا جائز ہے، پتلون اگر کھلی ڈھلی ہو، اس میں اعضا واضح نہ ہوں، تو پہنی جا سکتی ہے، البتہ احتراز بہتر ہے۔

سوال: مصنوعی ریشم کا کیا حکم ہے؟

جواب: مصنوعی ریشم کا استعمال جائز ہے، یہ وہ ریشم نہیں، جو مردوں کے لیے حرام ہے، حرام ریشم وہ ہے، جو ریشم کے کیڑے سے تیار ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں نرم و ملائم کپڑے کو ریشمی کپڑا کہہ دیتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔

سوال: کیا بیوی شوہر کے لیے لپ سٹک لگا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، لگا سکتی ہے۔

سوال: مرد کے لیے دنداسا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔

سوال: کیا غیر شادی شدہ عورت چوڑیاں پہن سکتی ہے؟

جواب: چوڑیاں پہننا زینت ہے، جسے غیر شادی شدہ لڑکیاں بھی اختیار کر سکتی ہیں، البتہ غیر محرم کے سامنے ظاہر نہ کریں۔

سوال: کیا ڈاڑھی منڈوانا اعلانیہ گناہ ہے؟

جواب: ڈاڑھی منڈوانا اعلانیہ گناہِ کبیرہ ہے۔اس پر توبہ ضروری ہے،توبہ کی صورت یہ ہے کہ عزم بالجزم کرے کہ آئندہ ڈاڑھی منڈوانے یا کٹوانے سے باز رہے گا۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ .

''اعلانیہ گناہ کرنے والوں کے سوا میری تمام امت کو معاف کر دیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 6069، صحيح مسلم : 2990)

سوال: عورت کے چہرے پر بال اُگ آئیں،تو کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کے چہرے پر بال نکل آئیں،تو انہیں زائل کرنا جائز ہے۔البتہ اَبرو کے بال بنوانے پر لعنت کی گئی ہے۔

سوال: گردن کے بال مونڈنا کیسا ہے؟

جواب: گردن کے بال زائل کیے جا سکتے ہیں۔

(سوال): ایک شخص اس نیت سے ڈاڑھی مونڈتا ہے کہ اس کی گھنی ڈاڑھی آئے گی، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): کسی بھی مقصد اور ارادے سے ڈاڑھی کاٹنا یا مونڈنا جائز نہیں۔ ڈاڑھی رکھنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، پھر چاہے گھنی ہو یا چھوٹی۔

(سوال): ''قزع'' کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): ''قزع'' کا معنی یہ ہے کہ سر کے بعض حصے کے بال مونڈ دینا اور بعض کو چھوڑ دینا، جیسے فوجی کٹنگ، پیالہ کٹنگ وغیرہ۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْقَزَعِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قزع'' سے منع فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 5920، صحيح مسلم : 2120، واللفظ لهٗ)

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

لِأَنَّهٗ نَهٰى عَنِ الْقَزَعِ، وَالْقَزَعُ حَلْقُ الْبَعْضِ، فَدَلَّ عَلٰى جَوَازِ حَلْقِ الْجَمِيعِ .

''چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرما دیا ہے اور قزع سر کے کچھ حصے کو مونڈھنے کو کہتے ہیں، لہٰذا یہ پورا سر مونڈھنے کے جواز پر دلیل ہے۔''

(مجموع الفتاویٰ : 119/21)

(سوال): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کیسے تھے؟

(جواب): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفیں تین طرح کی تھیں؛

① جُمَّہ

کندھوں پر لٹکتی زلفیں۔

② لِمَّہ

کانوں کی لو سے بڑھی ہوئی زلف۔

③ وَفْرَہ

کانوں کی لو تک پہنچی ہوئی زلفیں۔

لِمَّہ اور جُمَّہ ایک دوسرے کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہیں۔

❁ معروف لغوی، حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) لکھتے ہیں:

''اہل لغت کہتے ہیں کہ جُمَّہ بال وَفرہ سے بڑے ہوتے ہیں۔ جمہ کندھوں پر لٹکتے بالوں کو کہتے ہیں۔ وفرہ وہ بال، جو کانوں کی لو تک پہنچیں اور لِمَّہ مونڈھوں کو چھوتے ہیں۔''

(شرح صحیح مسلم: 285/2)

سوال: کیا دائمی طور پر سر منڈوانا جائز ہے؟

جواب: سنت یہی ہے کہ پٹے رکھے جائیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفیں تھیں، البتہ اگر سر منڈوانے پر دوام کیا جائے، تو بھی جائز ہے۔

❁ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ تَرَكَ مَوْضِعَ شَعْرَةٍ مِّنْ جَنَابَةٍ لَّمْ يَغْسِلْهَا فُعِلَ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَال عَلِيٌّ : فَمِنْ ثَمَّ عَادَيْتُ رَأْسِي ثَلَاثًا، وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَهٗ.

''جس نے غسل جنابت کے دوران بال برابر بھی جسم کا حصہ خشک چھوڑ دیا، اسے دوزخ میں ایسا ایسا عذاب ہوگا۔علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ حدیث سننے کے بعد میں نے اپنے سر سے لگا لی۔آپ رضی اللہ عنہ سر منڈوا کر رکھتے تھے۔''

(حديث شعبة بن الحجاج للحافظ محمد بن المظفر بن موسى أبي الحسين البزّار : 24، المُختارة للضّياء : 453، مسند الإمام أحمد :94/1، سنن أبي داوٗد : 249، سنن ابن ماجة : 599، وسندهٗ حسنٌ)

- امام طبری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تهذيب الأثار [مسند علي] : 277/3)

- علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

(المُفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم :586/1)

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التلخيص الحبير :142/1)

- علامہ طیبی رحمہ اللہ (۷۴۳ھ) لکھتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سدابہار سر منڈوانا سنتِ تقریری ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ثابت رکھا ہے اور اس لیے بھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین میں سے ہیں، جن کے طریقے کو دل و جان سے اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔''

(شرح الطّيبي : 814/3)